اسلامی معاشی پالیسی کے اصول اور سرگرمیاں

Principles and Activities of Islamic Economic Policy

ڈاکٹر عزیز الرحمن سیفی*

ڈاکٹر محمد مشہود احمد

ABSTRACT:

Islamic economics (Arabic: الاقتصاد الإسلامي), is a term used to refer to Islamic commercial jurisprudence or *fiqh al-mu'āmalāt*(Arabic: فقه المعاملات), and also to an ideology of economics based on the teachings of Islam that takes a middle ground between the systems of Marxism and capitalism. As a complete way of life, Islam has provided guidelines and rules for every sphere of life and society. Naturally, a functioning economic system is vital for a healthy society, as the consumption of goods and services, and the facilitation of this by a common medium of exchange, play a major role in allowing people to realize their material and other goals in life. Islam has set some standards, based on justice and practicality, for such economic systems to be established. These standards aim to prevent the enmity that often occurs between different socioeconomic sections. Islamic economic principles are based on Qur'an, Sunnah, Ijma (the consensus of religious scholars), and Qiyas (personal opinions based on analogy and religious doctrines). Islam provides specific instructions on the Property Rights, Income Distribution, Zakat, Ushr or tithe, Kharaj and Inheritance. This article explains about the Principles and Activities according to Islamic thoughts and Seerah.

KEYWORDS: Economic Policy, Income Distribution, Islamic thoughts, Seerah.

"معاشیات" در حقیقت انگریزی کے لفظ "اکنامکس"(Economics) کا ترجمہ ہے، اور دراصل "اکنامکس" کا صحیح ترجمہ معاشیات نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح ترجمہ وہ ہے جو عربی میں لفظ "اقتصاد" سے کیا جاتا ہے اور اسی لفظ سے یہ بات نکل رہی ہے کہ یہ مفروضہ تمام معاشی افکار میں تسلیم کیا گیا ہے کہ: "انسانی ضروریات اور خواہشات انسانی وسائل کے مقابلے میں زیادہ ہیں" اور "ضروریات" کا لفظ جب موجودہ معیشت میں استعمال ہوتا ہے تو اس میں خواہشات بھی داخل ہوتی ہیں۔ غرض انسانی وسائل محدود ہیں اور اس کے مقابلے میں ضروریات اور خواہشات بہت زیادہ ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لامحدود ضروریات اور خواہشات کو محدود وسائل کے ذریعے کس طرح پورا کیا جائے؟ "اقتصاد" اور "اکنامکس" کے یہی معنی ہے کہ ان وسائل کو اس طریقے سے استعمال کیا جائے کہ ان کے ذریعے سے زیادہ سے زیادہ ضرورتیں پوری ہو سکیں، اس وجہ سے اس علم کو "اکنامکس" اور "اقتصاد" کہتے ہیں[1]۔ الموسوعۃ العربیہ میں اقتصاد کا تعریف یوں کیا گیا ہے کہ:

نظامِ الاقتصاد الإسلاميّ أسلوب اقتصاديّ مُعتَمِد على الإسلامِ في استخدامِ الموارد من أجل توفير حاجات الناس.

ويُعرف نظامِ الاقتصاد الإسلاميّ أيضاً بأنّه نظامٌ مُرتبط بالعقيدة والأخلاق الإسلاميّة، يحتوي على مجموعة من الإرشادات التي

*Assistant Professor, Department of Arbic, University of Karachi, Karachi.
Email: aziz.rehman@uok.edu.pk
Scholar, Department of Commerce, University of Karachi.

تساهم في التحكّم بالسلوك الاقتصاديّ، وتحديداً في مجالات الادّخار والإنفاق[2].

ترجمہ: اسلامی اقتصادی نظام لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے وسائل کے استعمال میں اسلام کے ایک اقتصادی طریقہ کار پر مشتمل ہے، اور اسلامی نظام معیشت کو اسلامی عقیدے اور اخلاقیات کے نظام کے طور پر بھی جانا جاتا ہے، اور ایسی ارشادات کے مجموعے پر مشتمل ہے جس میں اقتصادی رویے کنٹرول کئے جاتے ہیں، خاص طور پر بچت اور خرچ کے معاملے میں۔

اسی طرح ایک دوسری تعریف یوں کی گئی ہے کہ:

نظام الاقتصاد الإسلاميّ مجموعة القواعد التي تعتمد على أصول العقيدة الإسلاميّة، وهي القرآن الكريم والسنة النبويّة الشريفة والاجتهاد الفقهيّ، وتهتم جميعها في مُتابعة الأعمال الاقتصاديّة ضمن البيئة الاجتماعيّة[3].

ترجمہ: اسلامی اقتصادی نظام ان قواعد کا مجموعہ ہے جن پر اسلامی عقیدے کی بنیاد ہے، اور وہ قرآن کریم، سنت نبوی ﷺ اور اجتہاد فقہی ہے، اور اجتماعی ماحول کے ضمن میں اقتصادی اعمال کے متابعت میں ان سب کا اہتمام کرتی ہے۔

بہر حال کسی بھی نظام زندگی کا وجود اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک اس کے پس منظر میں کوئی واضح نظریہ، تصور اور ضابطہ موجود نہ ہو۔ اسلام کا معاشی نظام بھی انہی بنیادی نظریات و تصورات اور تعلیمات پر مبنی ہے جو قرآن و سنت سے میسر آتے ہیں۔ واضح رہنی چاہئے کہ اسلام کوئی معاشی نظام نہیں ہے، بلکہ ایک دین ہے، جس کے احکام ہر شعبہ زندگی سے متعلق ہیں جس میں معیشت بھی داخل ہے۔ لہذا قرآن وحدیث نے معروف معنوں میں کوئی معاشی فلسفہ یا نظریہ پیش نہیں کیا جس کو موجودہ دور کی معاشی اصطلاحات میں تعبیر کیا گیا ہو۔ لہذا (معیشت کے بنیادی چار مسائل یعنی) ترجیحات کا تعین، وسائل کی تخصیص، آمدنی کی تقسیم اور ترقی کے عنوان سے قرآن وسنت یا اسلامی فقہ میں براہ راست کوئی بحث موجود نہیں ہے، لیکن زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح اسلام نے معیشت کے بارے میں بھی کچھ احکام دئے ہیں[4]۔ حضور ﷺ نے اسلامی معاشی نظام کے بنیادی تصورات اور تعلیمات عطا فرمائیں جو ہر دور کے لیے رہنما اصول کا درجہ رکھتی ہیں اور ان کو آسانی سے نافذ العمل کیا جاسکتا ہے۔ اسلام ایک متوازن مذہب ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی گزارنے کے لیے نہ صرف بہتر معاشی نظام دیتا ہے بلکہ بہتر معاشرتی نظام بھی فراہم کرتا ہے۔ اسی لیے اسلامی معاشیات میں پیدائش دولت، صرف دولت، تبادلۂ دولت اور تقسیم دولت غرضیکہ تمام معاشی پہلوؤں پر بھرپور توجہ دی جاتی ہے جبکہ مغربی معاشیات سب سے زیادہ زور پیدائش دولت پر دیتی ہے اور تقسیم دولت کا پہلو اس کی نظر سے اوجھل رہتا ہے۔ اسی لیے اس جدید دور میں انسانوں کے درمیان یہ خلیج حائل ہے کہ جو امیر ہے وہ امیر سے امیر تر ہو رہا ہے اور غریب، غریب سے غریب تر۔ اس کے برعکس اسلام سب سے زیادہ زور دولت و آمدنی کے مخلصانہ تقسیم پر دیتا ہے۔

اسلامی معاشی پالیسی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ مال صرف مال داروں میں ہی گھومتا رہے۔ مال دار کا مال دن بدن بڑھتا رہے اور غریب روز بروز کنگال ہوتا جائے۔ معاش کے سلسلے میں جو چیز سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ سرمایہ کی گردش ہے۔ سرمایہ کی گردش اگر اس طرح ہو کہ وہ ہر طبقہ کے لوگوں تک پہنچتا رہے تو معاشرے کے تمام افراد خوش حال ہوں گے اور اگر وہ صرف چند لوگوں کے درمیان گھومے تو خوش حالی بھی چند افراد ہی کے حصے میں آئے گی اور بقیہ لوگ بدحالی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گے۔ سرمایہ کی گردش معاشرہ کے جتنے زیادہ افراد کے درمیان ہوگی، اتنی ہی زیادہ اس کی قیمت بڑھتی چلی جائے

گی۔ اسلام نے ایسا معاشی نظام برپا کیا کہ دولت پر بااثر لوگوں کی اجارہ داری قائم نہ رہے اور دولت کا بہاؤ امیروں کے ساتھ ساتھ غریبوں کی طرف بھی رہے اسی لئے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ[5]۔

ترجمہ: تا کہ دولت نہ آئے، لینے دینے میں، دولت مندوں کے تم میں سے۔

اسلام افراد معاشرہ کے درمیان معاشی مساوات پیدا کرنا چاہتا ہے اور معاشی مساوات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک شخص کے پاس جتنی دولت ہو اتنی ہی دولت دوسرے کے پاس بھی ہو، کیونکہ ایسی مساوات غیر فطری بھی ہے اور ناقابلِ عمل بھی۔ معاشرے کے ہر فرد کے پاس یکساں مال و دولت ہو ایسا ممکن نہیں ہے۔ ذہنی صلاحیت میں کمی بیشی کے لحاظ سے مختلف افراد کے درمیان فرق ضروری ہوتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر حقیقی معنوں میں کوئی موئثر تمدنی نظام قائم نہیں ہو سکتا ہے؛ مگر دو انسانوں کے درمیان یہ فرق کا تناسب لامحدود نہیں ہونا چاہیے اور عہدہ کے اعتبار سے اعزازات، رعایتوں اور فضول رسمی تحفظات کے چونچلے ختم کر دینے چاہئیں۔ اسلام جس مساوات کو چاہتا ہے، وہ یہ ہے معاشرہ کے تمام افراد کو یکساں مواقع حاصل ہوں اور مال و دولت کی کمی بیشی کے ساتھ ساتھ افراد معاشرہ کے معیار زندگی اور مظاہر معیشت میں زیادہ فرق نہ ہو۔ اسلام نے وہ تمام فرق جو محض عہدہ اور حیثیت کی بنا پر قائم کیے جاتے ہیں، ان کو مٹا دیا اور صرف نام نہاد مساوات کی جگہ حقیقی تمدنی مساوات اور معاشی انصاف قائم کیا ہے۔

حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں معاشی سرگرمیوں کی اہمیت واضح نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے احسن طریقے سے نفع مند مال کمانے کی تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قِيا ما[6]۔

ترجمہ: اور احمقوں کو تم اپنا (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

نعم المال الصالح مع الرجل الصالح۔[7]

ترجمہ: وہ مال کتنا ہی اچھا ہے جو کسی نیک و پارسا انسان کے پاس ہو۔

اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ انسانی حیات کی استواری میں مال و دولت بنیادی معاون و مددگار ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے مسئلہ معاش کو براہ راست انسانی زندگی میں نیکی اور بدی کا ایک فیصلہ کن عامل قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

كاد الفقر ان يكون كفرا[8]۔

ترجمہ: ممکن ہے غربت و افلاس (کارد عمل) کفر کی حد تک پہنچ جائے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے زندگی کے اعتدال کو بھی معتدل معاشی سرگرمیوں سے مشروط قرار دیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

الاقتصاد فی النفقة نصف المعيشة۔[9]

ترجمہ: خرچ میں اعتدال آدھی معیشت ہے۔

حضورﷺ نے ارتکاز دولت کی ہر شکل کی مذمت اپنے قول و فعل دونوں سے فرمائی ہے۔ شریعت نے اپنی آسائشوں اور تسکین کے لیے مستحقین اور معاشرہ و ریاست کے مفلوک الحال لوگوں کی ضروریات کو مد نظر نہ کرکے دولت جمع کرنے کے ناجائز ارتکاز مال کی کھلی ممانعت فرمائی ہے اور اسے باعث عذاب قرار دیا ہے۔ ارتکاز دولت کی ممانعت اس لیے ہوئی کہ مال و دولت صرف مخصوص طبقات کے درمیان گردش نہ کرے بلکہ معاشرے کے تمام افراد اس سے مستفید ہوں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

والذِین یکنِزون الذہب والفِضۃ ولا ینفِقونہا فِی سبِیلِ اللہِ فبشِرہم بِعذاب الیِم۔[10]

ترجمہ: اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیں۔

حضورﷺ کے دیئے ہوئے تصور معیشت میں ہر شخص کو اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق فکر معاش اور کسب معاش کرنا لازم ہے، غفلت اور سستی کی اجازت قطعاً نہیں ہے۔ چنانچہ حضورﷺ نے رزق حلال کے حصول کو فرض قرار دیا ہے۔ آپﷺ کا ارشاد ہے کہ:

طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔[11]

ترجمہ: رزق حلال کی تلاش فرض عبادت کے بعد (سب سے بڑا) فریضہ ہے۔

اسی طرح ارشاد فرمایا ہے کہ:

کسب الرجل کسبا اطیب من عمل یدہ۔[12]

ترجمہ: آدمی کی وہ کمائی بہترین کمائی ہے جو اس کے ہاتھ کی کمائی ہو۔

ایک اور حدیث ہے کہ:

اطلبوا الرزق فی خبایا الارض۔[13]

ترجمہ: تم اپنی روزی کو زمین کے پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو۔

اسی طرح ہاتھ کی کمائی کے متعلق اور بھی ارشادات عالیہ موجود ہیں، کیونکہ اگر معاشرے کے افراد محنت کرنا چھوڑ دیں تو ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جہاں افراد، معاشرہ کی تخلیقی سرگرمیوں کے بجائے عضو معطل بن جائیں گے، سو ایسے افراد کو اسلامی معاشرہ قطعاً گوارا نہیں کرتا۔

اسلامی نظام معیشت میں تجارت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کسب معاش اور تلاش رزق کی اہمیت کو قرآن حکیم نے جابجا بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِذا قضِیتِ الصلوۃ فانتشِروا فِی الارضِ وابتغوا مِن فضلِ اللہِ۔[14]

ترجمہ: پھر جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق حلال) تلاش کرنے لگو۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان لیس لِلاِنسانِ اِلا ما سعی۔[15]

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو(عدل میں)وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہوگی۔

کسب معاش اور حصول رزق حلال کا حضورﷺنے بہت فضیلت بیان کی ہے۔ عنفوان شباب پر قدم رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے تجارت کا مشغلہ اپنایا۔ آپﷺ کی مکی زندگی کا ایک بڑا حصہ تجارت پر مشتمل ہے۔ بچپن ہی میں آپﷺ نے یمن وشام کے تجارتی اسفار کئے۔ پھر ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری کے ساتھ مضاربت کے اصولوں پر کی جانے والی تجارت تاریخ کا ایک انمول باب ہے۔ چنانچہ صادق و امین تاجروں کے متعلق آپﷺ کا ارشاد ہے کہ:

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدقین والشهداء-[16]

ترجمہ: سچے اور امانت دار تاجر کا حشر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

کسبِ معاش اور تلاش رزق حلال کی اہمیت اس وجہ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ ان کے بغیر انفاق فی سبیل اللہ ممکن نہیں، اور انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور مقام تب ہی میسر آئے گا جب افراد معاشرہ حتی المقدور اپنی توانائیاں حصولِ رزقِ حلال کے لئے بروئے کار لائیں گے۔ جب انسان کسبِ معاش اور تلاش رزق حلال کے درپے ہوکر تجارت کا راستہ اختیار کرے گا تو لازماً اس سے مزدور طبقہ بھی مستفید ہوگا اور ایک تاجر کے تجارت میں سینکڑوں مزدوروں کی روزی روٹی کا بندوبست خود بخود سرانجام ہوگا۔ آج دنیا کا بڑا مسئلہ مزدور ہے۔ انسانی دنیا میں بڑی تفریق مزدور کے حقوق کے حوالے سے پائی جاتی ہے۔ ایک طبقہ مزدو کو کلی حاکمیت دیتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ برابر مزدور کا استحصال کرتا ہے۔ لیکن اسلام نے مزدور کے متعلق بڑے واضح احکامات دئے ہیں۔ آپﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقه-[17]

ترجمہ: مزدور کی مزدوری اس کے پسینے کے خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

معاشرہ میں سرمایہ کی صحیح گردش کا میدان کاروبار اور تجارتی لین دین ہے جو عام لوگوں کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ معاصر دنیا میں اس سلسلے میں دو نظریے پائے جاتے ہیں: "ایک قومی ملکیت کا نظریہ" اور دوسرے بے قید ملکیت یا بالفاظ دیگر "سرمایہ داری کا نظریہ"۔ قومی ملکیت کے نظریہ کے تحت اسٹیٹ کے تمام کاروبار کو قومی ملکیت بنا کر قومی ملکیت میں دے دیے جاتے ہیں اور لوگ اپنی اپنی وسعت کے لحاظ سے کام کرتے ہیں اور پھر اس قومی ملکیت سے اپنا حصہ پاتے ہیں۔ جبکہ "سرمایہ دارانہ نظام" میں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بے روک ٹوک اپنی آمدنی مسلسل بڑھاتا چلا جائے۔ اس پر نہ اخلاقی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے مال میں غریبوں کو کچھ دے اور نہ اس پر ایسی کوئی پابندی ہوتی ہے کہ وہ غریبوں کا مال سودی اور ناجائز ذرائع سے حاصل کرنے سے گریز کرے۔ سرمادارانہ نظام میں اصل مقصود حصولِ زر ہوتا ہے، اس میں رحم دلی، حاجت برآری اور غریب پروری کا کوئی خانہ نہیں ہے۔ اس بے قید نظام معیشت کا خاصہ یہ ہے کہ جب یہ اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو دولت ہر طرف سے کھنچ کھنچ کر صرف چند مٹھیوں میں جمع ہو جاتی ہے اور کاروبار پر ان کی اجارہ داری قائم ہو جاتی ہے اور عوام کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ ان مٹھی بھر سرمایہ داروں کی ملازمت کریں یا ان کے ایجنٹ بن کر ان کے کاروبار کو فروغ دیں۔

مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام نے دولت کا توازن ختم کر دیا ہے۔ اسلامی نظام میں معاشرے میں دولت کی گردش بیع و شراء اور جائز تبادلہ پر مبنی ہے، جبکہ مغرب کے مالی نظام کی بنیاد سود کو ٹھہرایا گیا، جو انسانی تاریخ کے ہر دور میں غریبوں کا خون چوسنے اور کمزور کو مزید کمزور اور دست نگر رکھنے کا ذریعہ رہا ہے۔ آج اسی نظام کا نتیجہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں کی باندی بنی ہوئی ہے اور وہ جس طرف چاہتے ہیں دنیا کے مالی نظام کو گھما پھرا رہے ہیں۔ آج جو مال دار ہے وہ مزید مال دار ہو رہا ہے اور غریب شخص غربت کے دلدل میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔ حاصل یہ کہ سرمایہ دارانہ نظام لوٹ کھسوٹ کا نظام ہے، اس نظام کا خمیر ہی بخل و حرص سے اٹھایا گیا ہے۔

خلاصہ بحث:

قرآن و حدیث کے عمیق مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضور ﷺ کی معاشی و اقتصادی زندگی، تعلیمات اور بنیادی تصورات اپنے معنی و مفہوم اور روح کے لحاظ سے پوری انسانی دنیا میں انفرادیت کے حامل ہیں۔ یہ وہ نظام ہے جو دیگر معاشی نظاموں سے ممتاز ہے اور نافذ العمل بھی ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی ضمانت عطا کرتی ہیں۔ موجودہ دور میں حقیقی معاشی نظام کے قیام میں حقیقی رکاوٹ وہ سماجی اور معاشی ناانصافیاں ہیں جو جاگیر دارانہ، سرمایہ دارانہ اور کمیونزم و اشتراکیت کے نظام کی خصوصیات ہیں اور جنہوں نے انسانی سماجی زندگی میں دولت کے غلط و بے جا ارتکاز، اور اسی طرح جائز حق ملکیت سے محرومی اور فرد کی پیداواری قوت کی لوٹ کھسوٹ کی شکل میں سر اٹھار کھا ہے اور جو وسیع پیمانہ پر بددیانتی، بدلی اور مایوسی پیدا کر رہی ہیں۔ مگر آپ کے عطا کردہ معاشی اصولوں اور رہنمائی کے مطابق اصل رِزق اور حق معاش میں سب انسان برابر ہیں۔ اسلام نے افراد کی آمدنی اور نجی ملکیت میں تفاوت کی اجازت دی بھی ہے تو اس میں ان کی صلاحیتوں اور قابلتیوں کو مدنظر رکھ کر دی ہے۔

اسلام کا انقلابی نظامِ معاش جو ظہورِ اسلام کے بعد دنیا میں رائج ہوا پوری شان کے ساتھ تیرہ صدیوں تک چلا۔ اس نظام کے زمانے میں انسانوں کو کبھی کوئی بڑا معاشی بحران نہیں پیش آیا۔ تمام لوگوں کے درمیان دولت کی تقسیم اور اس کا توازن قائم رہا۔ مختلف اسلامی حکومتوں کے زمانے میں عوام الناس کی معاشی فارغ البالی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ مسلمان ملکوں کی معاشی بہتری اور دولت کی ریل پیل ہی وہ وجہ ہے جس کی بنیاد پر مشرق کے اسلامی ممالک مغرب کے سرمایہ دار اور استعماری ملکوں کا نشانہ بنے اور آج بھی وہ اس سے نجات نہیں پاسکے ہیں۔

اسلامی نظام میں ہر ملک اور خطہ کے لوگوں کو مقامی سطح پر معاش اور رزق کے ذرائع مہیا تھے اور انہیں اس کے لیے نقل مکانی کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی، لیکن آج دنیا میں سب سے زیادہ نقلِ مکانی معاشی ضرورتوں کی بنیاد پر ہو رہی ہے اور لاکھوں افراد ادھر سے ادھر منتقل ہو رہے ہیں۔ بے جا معاشی ضروریات کی وجہ سے لوگ زندگی کے حقیقی آرام سے محروم اور ترفہ و عیش کے سامانوں کی کثرت کے باوجود ذہنی سکون کی دولت سے ناآشنا ہیں۔ مغربی نظام سے دولت کی بے جا ہوس لوگوں کے دلوں میں پیدا کر رکھی ہے اور دنیا کی چمک دمک دکھا کر لوگوں کو ہر جائز و ناجائز ذرائع سے دولت کمانے پر اکسا رہا ہے۔ مغرب نے مشین ایجاد کر کے ملک کے مال دار ایک معمولی طبقہ کو ساری دولت کا مالک بنا دیا اور بقیہ پورے معاشرہ کو اس کا نوکر۔ ایک شخص جس کے پاس بے انتہا دولت ہے وہ فیکٹری لگاتا ہے اور پوری قوم اس کے یہاں نوکری کرتی ہے۔ عوام الناس اپنی محنت سے جو سامان تیار کرتے ہیں، اس کے منافع کا بڑا حصہ خود ایک مالک کے ہاتھ چلا جاتا ہے اور اس کا ایک معمولی

ٹکڑا معاشرے کے ایک بڑے حصہ میں تقسیم ہوتا ہے جو اس کی محنت کا عُشرعشیر بھی نہیں ہوتا۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں اس معاشی دہشت گردی کا خاتمہ کیا جائے جس سے آج معاشرے کا ہر فرد متاثر ہے۔

حوالہ جات

---

[1] عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2009ء، ص20-21

[2] الموسوعة العربية العالمية (1999)، الموسوعة العربية العالمية (الطبعة الثانية)، المملكة العربية السعودية، مؤسسة أعمال الموسوعة للنشر والتوزيع، جزء 2. صفحة 422، بتصرّف

[3] الصاوي ،عبد الحافظ ، "مفاهيم خاطئة بشأن الاقتصاد الإسلامي ماهية نظام الاقتصاد الإسلامي"، الجزيرة، اطّلع عليه بتاريخ 13-2-2017 ، بتصرّف

[4] بحوالہ سابق، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص43

[5] الحشر7:59

[6] النساء5:4

[7] تمیمی، ابوحاطم محمد بن حبان بن احمد، صحیح ابن حبان ، بیروت، مؤسسة الرسالہ، 1993ء، ج8، ص6

[8] بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، شعب الایمان، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1410ھ، باب فی الحث علی ترک الغل والحسد، ج5، ص267

[9] ایضاً، باب الاقتصاد فی النفقہ وتحریم اکل المال الباطل، ج5، ص254

[10] التوبہ34:9

[11] بیہقی، باب فی حقوق الاولاد والاھلین، ج6، ص420

[12] القزوینی، محمد بن یزید ابو عبدالله، سنن ابن ماجه، بیروت، دارالفکر، باب الحث علی المکاسب، ج2، ص723

[13] الموصلی، ابویعلیٰ احمد بن علی بن مثنی، مسند ابی یعلیٰ، دمشق، دارالمامون للتراث، 1984ء، ج7، ص347

[14] الجمعہ10:62

[15] النجم39:53

[16] ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، الجامع للترمذی/ الجامع المختصرمن السنن عن رسول الله ﷺ ومعرفة الصحيح والمعلول وما عليه العمل، بیروت، دار احیاء التراث العربی، کتاب البیوع، التجار وتسمیة النبی ﷺ ایاھم، ج3، ص515

[17] الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم، المعجم الصغیر، بیروت، المکتب الاسلامی، 1985ء، ج1، ص43

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.